مارلن منرو

ہالی وڈ کی فلمی دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں کامیابی حاصل کرنے والے کو یہ تینوں چیزیں مانگے بغیر بے حساب مل جاتی ہیں۔ بے پناہ دولت، دنیا بھر میں شہرت اور مخصوص حلقوں میں عزت۔ ہالی وڈ سے وابستہ ہر وہ فرد جسے اپنے شعبے میں کسی نہ کسی حوالے سے امتیاز حاصل ہے اسے شہرت، دولت، عزت تینوں دستیاب ہیں۔اس دنیا سے وابستہ لوگ حقیقی معنوں میں مشہور قرار دیئے جاسکتے ہیں۔اوران میں بھی بعض لوگ ایسے ہیں جوشہرت پانے والوں میں شہرت یافتہ ہیں یعنی جن کی شہرت اور مقبولیت زمان ومکان کی حدین عبور کرساری دنیا میں پھیل گئی اوران کی موت کے بعد بھی آج تک قائم ہے۔ مارلن منروبھی ایسی ایک اداکارہ ہے جسے اس دنیا سے رخصت ہوئے چالیس سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے لیکن اس کی شہرت کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں۔

مارلن منروکی اس لازوال شہرت کا سبب کیا ہے؟ شایداس کا بے پناہ حسن، شایداس کا منفرد انداز، شایداس کا مقبولِ عام فلمیں یا شایداس کی تلخ زندگی اور المناک موت۔ مارلن منرو کی زندگی آغاز سے انجام تک رنگینیوں اور تلخیوں کا ایک ایسا انوکھا امتزاج ہے جو دیکھنے والی آنکھ کو چونکائے بغیر نہیں رہتا۔وہ جب پیدا ہوئی تو باپ کا نام استعمال کرنے کے حق سے محروم تھی کیونکہ اس کی ماں نے اسے ناجائز طور پر جنم دیا تھا۔جون 1926 کولاس اینجلس میں وہ پیدا ہوئی تو اس کا نام نورماجین مارٹینسن رکھا گیا۔مارٹینسن اس کے باپ ایڈورڈ کا سرنیم تھا لیکن چونکہ وہ ناجائز اولاد تھی اس لئے بعدازاں اس کا نام بدل کر نارماجین بیکر کردیا گیا کیونکہ اس کی ماں کا سرنیم بیکر تھا۔عمر کا ابتدائی حصہ مارلن نے نہایت عسرت اور تنگی کے عالم میں گزارا۔ بات یہیں پہ ختم نہ ہوئی۔آٹھ سال کی عمر میں وہ ایک جنسی جنونی کے تشدد کا نشانہ بنی اوراس نازک ترین عمر میں اسے جنسی تشدد کے عذاب سے گزرنا پڑا۔کچھ ہی عرصے کے بعداس کی ماں نروس بریک ڈاؤن کا شکار ہوکر ذہنی توازن کھوبیٹھی اوراسے پاگل خانے بھجوادیا گیا۔اس کے بعد مارلن منرو کا بچپن بے سہارا بچوں کی عدالت کے حکم کے تحت مختصر عرصے کے لئے گود لینے والے گھرانوں اور یتیم خانوں میں گزرا۔

اس نفرت انگیز چکر سے اُس وقت نجات ملی جب اس کے چند ہمدردوں نے دوڑ بھاگ کر کے اس کی شادی کرادی۔شادی کے وقت مارلن کی عمر 16 سال اوراس کے شوہر کی عمر 21 سال تھی اور وہ ہوائی جہاز بنانے کے ایک پلانٹ پر کام کرتا تھا۔ مارلن منروبھی وہاں کام کرنے لگی۔اس پلانٹ پر کام کرنے کے دوران ایک روز ایک آرمی فوٹوگرافر نے اُس کی تصویر کھینچی۔ یہ تصویر چند''قدردانوں'' کی نگاہ میں آگئی۔ابتدا میں اسے باتھنگ سوٹس کی ماڈلنگ کا کام ملا اور بالوں کو بلونڈ کرلیا تو اسے

گلیمر فوٹوگرافس کی ماڈلنگ کا کام ملنے لگا۔ انہی دنوں مشہور سرمایہ کار ہاورڈ ہیوز کی نگاہ سے اس کی چند تصاویر گزریں اور اس نے اپنی فلم کمپنی آر کے او کی فلموں کے لئے مارلن منرو کا سکرین ٹسٹ لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا سکتا، مشہورِ زمانہ فلم سٹوڈیو ٹوئنٹی ایتھ سنچری فاکس والوں نے مارلن منرو کو اپنے ادارے کیلئے سائن کر لیا اور اس موقع پر اس کا نام نارما جین بیکر سے بدل کر مارلن منرو رکھ دیا گیا۔ ابتدا میں مارلن کو چند فلموں میں چھوٹے رول دیئے گئے۔ اس کے بعد 1953 میں کامیاب فلموں کے ایک سلسلے نے اس کے لئے شہرت و ناموری کے در کھول دیئے۔ مارلن کے اس دور کی مشہور فلموں میں نیاگرا، جنٹل مین پریفر بلونڈز اور ٹو میری اے ملنیئر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پلے بوائے میگزین نے اس کی ایسی تصاویر شائع کیں جو 1948 میں لی گئی تھیں لیکن ان کی باری مارلن کے شہرت حاصل کرنے بعد آئی۔ ان واقعات نے مارلن کی شہرت کو آسمان پر پہنچا دیا اور اسے 1953 کی سب سے مشہور ادا کارہ کا اعزاز دیا گیا۔

اپنی پہلی فلم سے لے کر آخری فلم مس فٹس تک مارلن نے جو کردار ادا کئے، وہ سب کے سب ایسی خواتین کے تھے جنہیں محض نمائش اور سکرین کو سجانے کیلئے پیش کیا جاتا ہے اور پوری فلم میں فلم کا مرکزی کردار ان کے پیچھے بھاگتا ہوا اور انہیں پانے کی آرزو کرتا ہوتا نظر آتا ہے۔ بظاہر یہ کردار بے حد عامیانہ سے معلوم ہوتے ہیں لیکن مارلن کا کمال یہ تھا کہ اس نے ان عامیانہ سے کرداروں کو بھی ایسا منفرد انداز عطا کیا کہ آج تک لوگ انہیں یاد رکھے ہوئے ہیں۔ اس کی کردار نگاری میں ایک خاص طرح کی معصومیت، فطری انداز اور بے باکی نظر آتی ہے۔ مارلن سے پہلے اور اس کے بعد کسی اور ادا کارہ کو یہ کمال حاصل نہ ہو سکا کہ وہ ان معمولی اور روایتی کرداروں کو ایسی خصوصیت دے۔

ٹائم میگزین نے مارلن کی اس خصوصیت کو ایک فقرے میں یوں بیان کیا۔ ''مارلن وہ کام کرنے پر یقین رکھتی ہے جو اس کی فطرت کا حصہ ہو۔'' مارلن کا حُسن، کشش اور بناوٹ دکھاوے کے بجائے اس کی فطرت کا حصہ معلوم ہوتے تھے۔

اپنی شہرت کے عروج پر مارلن کو بھی یہ احساس ہو گیا کہ اسے ایک مخصوص قسم کے کرداروں تک محدود کر دیا گیا ہے اور وہ کچھ کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا جو وہ کرنا چاہتی ہے۔ اپنے بارے میں اس کا اپنا خیال یہ تھا کہ ''سیدھے سادے الفاظ میں کہا جائے تو میں خود کو ایک ایسی بلند و بالا عمارت کی طرح محسوس کرتی ہوں جس کی کوئی بنیاد نہیں۔''

چنانچہ 1956 میں اس نے اپنی فلم کمپنی ''مارلن منرو پروڈکشنز'' کی بنیاد رکھی اور اس کے زیرِ اہتمام ''سم لائک اٹ ہاٹ'' اور ''پرنس اینڈ دی شوگرل''، جیسی شہرہ آفاق فلمیں تیار کیں۔ مارلن منرو کا فلمی کیریئر بتدریج بلندیوں کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا

لیکن اس کی ذاتی زندگی بری طرح ناکامیوں اور تلخیوں سے دوچار تھی۔اس نے دوشایاں کیں۔پہلی شادی بیس بال کے مشہور کھلاڑی جوڈی ماجیو سے کی اور دوسری شادی مشہور ڈرامہ نگار آرتھر ملر سے۔دونوں شادیاں ناکام رہیں۔ڈپریشن سے نجات پانے اور جسمانی تکالیف سے سکون پانے کے لئے وہ منشیات کا استعمال کرنے لگی۔اس کے باوجود پبلک میں اس کا تاثر اور شخصی سحرانگیزی قائم رہی۔اس کی وجہ یہ تھی عوام اسے جس روپ میں دیکھنا چاہتے تھے وہ اسی روپ میں ان کے سامنے آتی تھی۔عوام کو اس مارلن کی طلب رہتی تھی جسے انہوں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا اور مارلن منرو جب بھی سکرین پر جلوہ گر ہوتی تھی اس کا روپ روزِ اوّل کی طرح تروتازہ دکھائی دیتا تھا۔

پھرایک روزیکا یک مارلن کی موت کی خبر نے سب کو چونکا دیا۔5اگست 1926 کی رات وہ اپنے عالیشان گھر میں مردہ پائی گئی۔خواب آور گولیوں کی بھاری مقدار کو اس کی موت کا سبب قرار دیا گیا۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ مارلن منرو کے تعلقات کچھ ایسے بڑے لوگوں سے ہو گئے تھے جنہوں نے بعدافشائے راز کے خوف سے اسے مروادیا۔ان بڑے لوگوں میں مرحوم امریکی صدر جان ایف کینیڈی کا نام تواتر سے لیا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ مارلن منروکینیڈی سے اپنے ناجائز تعلقات کا رازطشت از بام کرنا چاہتی تھی اور اپنا سیاسی کیریئر بچانے کے لئے کینیڈی نے اُس کی بھینٹ دے دی۔

مارلن منرو کی موت کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو اگر کسی کو اس کا موردِالزام ٹھہرایا جائے گا تو پبلک میڈیا اور ہالی وڈ کے بڑے سب اس کی زد میں آئیں گے۔کیونکہ ہر کسی نے اُس کا استحصال کیا اور ہر کسی نے اس کے حسن و جمال کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔مشہور اداکار لارنس آلیویئر نے مارلن منرو کی موت کے بعد کہا۔''عوامی رائے اور اسے بنانے کے لئے کی جانے والی کوششیں زندگی کو عذاب بنا کر رکھ دیتے ہیں۔مارلن کا استحصال اس کی بساط سے زیادہ کیا گیا۔''اور یہ استحصال آخرکار اس کی جان لے گیا۔گو اُس کا نام آج بھی زندہ ہے لیکن اس کی کہانی آج بھی سننے اور پڑھنے والوں کو اداس کر دیتی ہے۔